الیاس میراں پوری

تیری ہستی کو چند لفظوں میں سمیٹوں کیسے؟

بیاد: جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ علیہ

۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو راقم الحروف حسبِ معمول اخبار کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ایک اندوہناک اور دلدوز خبر پر نظر پڑی۔ ''سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے فرزند سید ابوذر بخاری انتقال کر گئے۔'' یہ خبر پڑھ کر یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی ایسا ہو گیا ہے۔ دارِ بنی ہاشم ملتان فون کیا تو خبر کی تصدیق ہو گئی۔ حسرت اور غم و یاس کی ایک شدید لہر میرے جسم میں سرایت کر گئی۔ وفات کی تصدیق کے بعد بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ بقول شورش مرحوم:

مگر تیری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

میں سوچوں کے سمندر میں غرق ہو گیا کہ ایک ایسے عظیم انسان کے انتقال کا سانحہ ہوا ہے جس نے کبھی کسی دین دشمن سے (Compromise) مفاہمت نہیں کی۔ ہمیشہ مزاحمت کا پر خار راستہ اپنایا۔ وہ کبھی کسی قسم کی مصلحت کا شکار نہ ہوئے۔ توحید و ختم نبوت اور دفاعِ صحابہ، ازواج و اہل بیتؓ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایسے حالات میں دفاع کیا جب یہ ''سنگین جرم'' گردانا جاتا تھا۔ اپنوں اور بیگانوں نے صحابہ کے دفاع کرنے کے ''جرم'' میں شاہ جیؒ کی مخالفت کرتے ہوئے اُن پر طعن و تشنیع کے پہاڑ توڑے اور ان کی کیفیت یہ تھی کہ:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

تمام تر مخالفتوں اور قید و بند کی صعوبتوں کے باوجود اپنے نصب العین پر ثابت قدمی سے ڈٹ گئے۔ بڑے سے بڑا لالچ اور مصائب ان کے پائے استقلال میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ وہ مصائب سے بے نیاز ہو کر اپنی منزلِ مقصود کی جانب رواں دواں رہے۔ بالآخر ان کے مخالفین اور اعداء نے بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے گھٹنے ٹیک دیئے۔ شاہ جی نے اپنے والد ماجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری علیہ الرحمتہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین حق کی تبلیغ و اشاعت میں اپنی ساری زندگی کھپا دی۔

مجاہدِ ختم نبوت آغا شورش کاشمیریؒ نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ:

''شاہ جی کے بیٹے باپ تو نہیں لیکن باپ کی تصویر ضرور ہیں۔''

شاہ جیؒ نہ صرف عظیم خطیب، مصنف اور عالم دین تھے بلکہ ایک بلند پایہ ادیب اور شاعر بھی تھے۔ ملتان میں ''نادیۃ الادب الاسلامی'' کے نام سے ایک ادبی تنظیم قائم کی۔ ''مستقبل'' کے نام سے ایک جریدے کا آغاز کیا۔ پاکستان میں یہ واحد ادبی جریدہ تھا' جس نے دہریت کے بڑھتے ہوئے طوفان کو روکا۔ شاہ جیؒ نے ادب میں اسلامیت کو شامل کیا۔ شاہ جیؒ نے بہت سی کتب بھی لکھیں۔ ملی اور عالمی سطح کے مسائل کے اجاگر کرنے کے لیے انہوں نے ''پندرہ روزہ ''الاحرار'' جاری کیا۔ (جو بعد میں ماہنامہ ہوگیا۔ اب اُن کے فرزند سید محمد معاویہ بخاری پوری آب وتاب کے ساتھ اُسے جاری رکھے ہوئے ہیں) سہ روزہ ''مزدور'' جاری کیا، ''احکام ومسائل (خطبات جمعہ، نکاح وعیدین)''، ''مجمع المصادر العربیہ''، ''کانِ پارسی (فرہنگ)''، ''طلوعِ سحر (خطبات)'' ان کی معروف تصانیف ہیں۔

میں خیالات کی دنیا سے واپس لوٹا اور حافظ محمد اکرم احرار کے پاس گیا۔ انہیں یہ روح فرسا خبر سنائی' وہ غم سے نڈھال ہوگئے۔ انہوں نے کہا کہ فوراً ملتان چلنے کی تیاری کرو۔ ہمیں ہر حال میں شاہ جی کے جنازہ پر پہنچنا ہے۔ حافظ جی نے دوران سفر شاہ جیؒ کے مختلف حالات وواقعات سنائے کہ شاہ جیؒ مصائب میں مسکرانے والے انسان تھے۔ راقم الحروف کی یہ شدید خواہش تھی کہ شاہ جیؒ کی زندگی میں ان سے ملاقات ہوجائے۔ ان کے منور چہرے کی تمازت سے اپنے دل کے نہاں خانوں کو تسکین ملے اور اپنے تہی دامن کو ان نایاب موتیوں سے بھر دوں لیکن سوئے قسمت کہ باوجود اپنی سی کوشش کے کہ ایسا نہ ہوسکا جس کا زندگی بھر قلق رہے گا۔ مگر پھر بھی اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کررہا تھا کہ شاہ جی کی نمازِ جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل رہا تھا۔ تقریباً تین گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم ملتان پہنچے۔ شاہ جی کا جنازہ ان کی رہائش گاہ محلّہ ٹبی شیر خان کچہری روڈ سے اٹھا۔ چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھے ہوئے تھے تاکہ ہر شخص اپنے محسن ومربی کے جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل کرسکے۔ انسانوں کا ایک جم غفیر تھا۔ لوگ اس کوشش میں تھے کہ کسی طرح جنازہ کے قریب پہنچا جائے۔ راقم اور حافظ محمد اکرم احرار صاحب بڑی تگ ودو کے بعد جنازہ کو کندھا دینے میں کامیاب ہوگئے۔ اس موقع پر میں اپنے آپ کو خوش نصیب سمجھ رہا تھا کہ ایک عظیم المرتبت انسان کے جنازے کو کندھا دینے کی سعادت حاصل ہورہی تھی۔

سپورٹس گراؤنڈ تک پہنچتے پہنچتے ایک گھنٹہ سے زائد وقت لگا۔ وہاں گراؤنڈ میں پہلے ہی لوگوں کا ایک بڑا ہجوم تھا۔ اور مزید لوگ جوق در جوق پہنچ رہے تھے۔ انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ حدِ نگاہ تک لوگ ہی لوگ نظر آرہے تھے۔ آخری دیدار کے لیے لوگ آگے بڑھ رہے تھے۔ راقم نے بڑی تگ ودو سے آخری دیدار کی سعادت حاصل کی جب شاہ جیؒ کے منور چہرے پر نظر پڑی تو قرنِ اولیٰ کے اکابر یاد آگئے۔ ایک عظیم انسان' چہرے پر مسکراہٹ اور نور لیے پرسکون سورہا تھا:

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب ِ اوست

شاہ جیؒ کے جنازہ میں ہر شخص غم سے نڈھال تھا۔ ہر آنکھ پرنم، ہر دل افسردہ اور ہر چہرہ غمزدہ تھا۔ شاہ جیؒ کے احباب، عزیز و اقارب، ذاتی صحبتوں سے فیض یاب، عقیدت مند حتیٰ کہ مخالفین بھی غم و یاس کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

قوائے بدن سب چُور ہوئے اک دل کے شہادت پانے سے
فوجوں میں تلاطم برپا تھا سالار کے مارے جانے سے

ابن امیر شریعت، محسن احرار سید عطاء المحسن بخاریؒ (متوفی ۱۲ر نومبر ۱۹۹۹ء) حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، استاذِ محترم سید ذوالکفل بخاری، سید محمد یونس بخاری، ابنائے ابوذر بخاری' سید محمد معاویہ بخاری سید محمد مغیرہ بخاری اور شاہ جیؒ کے دیرینہ معتمد مستری محمد عبداللہ مرحوم صبر و استقامت کے پہاڑ بنے کھڑے تھے۔ اولوالعزمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوگوں کو صبر کرنے اور صفیں باندھنے کی تلقین کر رہے تھے۔ کچھ دیر بعد صفیں باندھی گئیں۔ شاہ جیؒ کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی عبدالستار مدظلہ (جامعہ خیر المدارس ملتان) نے پڑھائی۔ ہر طبقہ فکر کے ہزاروں افراد نے نمازِ جنازہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔ نمازِ جنازہ کی ادائیگی کے بعد حرار کارکن ایک دوسرے سے گلے مل کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ جنازہ سپورٹس گراؤنڈ سے قبرستان جلال باقری لایا گیا۔ جہاں مزارِ امیر شریعت کا احاطہ ہے۔ لوگوں کا ایک بے پناہ ہجوم پہلے ہی وہاں پہنچ گیا تھا۔ لحد تیار ہونے میں کچھ دیر تھی۔ کچھ لوگوں نے وہاں آخری دیدار کیا۔ جب لحد تیار ہو گئی تو حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، سید محمد کفیل بخاری، سید محمد معاویہ بخاری اور مستری محمد عبداللہ مرحوم نے اس عظیم انسان کو سپرد خاک کیا۔ اللہ اللہ! اس وقت زمین اپنے آپ کو کتنی خوش قسمت سمجھ رہی ہوگی کہ اس کی گود میں ایک عالم باعمل اور اللہ کا مومن بندہ آ رہا تھا۔ قبر نے خوش ہو کر استقبال کیا ہوگا۔ راقم' شاہ جی کی لحد کو دیکھ کر کچھ ایسے ہی سوچ میں گم تھا:

یہ سوچتا ہوں کہ خاکِ لحد کو بوسہ دوں
اُتر کے فرش پہ خورشیدِ زرفشاں کی طرح

شاہ جیؒ کے رفقاء اپنے عظیم سپہ سالار اور مخلص قائد کو منوں مٹی تلے دبا دیکھ کر غم و یاس کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے، ایک عظیم انسان ابدی نیند سو چکا تھا:

شاہ جیؒ کے لیل و نہار کے ساتھی، اُن کے جاں نثار، مخلص رفقاء فکر' شاہ جیؒ کے تذکرے، حالات و واقعات اور کارنامے یاد کر کے رو رہے تھے۔ شاہ جیؒ سے وابستہ یادیں اُن کے دلوں کو پریشان اور غمگین کر رہی تھیں۔ لوگ اداس

چہروں کے ساتھ واپس پلٹ رہے تھے۔

تدفین کے بعد سید محمد کفیل بخاری نے اعلان کیا کہ دارِ بنی ہاشم میں نمازِ مغرب کے بعد شاہ جیؒ کی یاد میں ایک تعزیتی جلسہ ہوگا۔ لوگ فوراً دارِ بنی ہاشم پہنچنا شروع ہوگئے۔ نمازِ مغرب کی ادائیگی کے بعد تعزیتی جلسہ ہوا۔ جس میں شاہ جی کے رفقاءِ فکر، خطباء، علماء وکلا اور اہلِ قلم نے انہیں زبردست خراجِ تحسین پیش کیا۔ ان کے مشن اور موقف کو آگے بڑھانے کا عہد کیا گیا۔ کسی مقرر نے کہا کہ شاہ جی کی روح ہم سے یہ کہہ رہی ہے کہ:

اک زمانے میں ہر بزم کی رونق تھی ہم سے
اب یہ حال ہے کہ ہم سا کوئی تنہا ہی نہیں

راقم خوشی و مسرت اور غم و دکھ کی ملی جلی کیفیت میں گھر واپس لوٹ رہا تھا۔ خوش اس لیے کہ ایک ولی اللہ کی نمازِ جنازہ ادا اور آخری دیدار کیا۔ غم اس لیے دامن گیر تھا کہ علم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکا تھا۔ کارواں اپنی متاعِ عزیز لٹا بیٹھا تھا۔ مجلس احرار اسلام اور امتِ مسلمہ اپنے عظیم قائد سے محروم ہو چکی تھی۔

ڈھونڈے ہے اس مغنیٔ آتش نفس کو جی
جس کی صدا ہو شعلۂ برقِ فنا مجھے

☆......☆......☆

جانباز مرزاؒ......حیات و ادبی خدمات

تحریکِ آزادی کے نام ور کارکن اور ممتاز شاعر و ادیب جانباز مرزا مرحوم پر محمد عمر فاروق، ایم فل (اردو) کا مقالہ بعنوانِ بالا کے تحت لکھ رہے ہیں۔ (جس کی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے باضابطہ طور پر منظوری و اجازت دے دی ہے۔) جو احباب جانباز مرزا کے حالاتِ زندگی اور اُن کی تخلیقات سے متعلق معلومات رکھتے ہوں۔ نیز ان کے پاس جانباز مرحوم کی نظمیں، خطوط، مضامین اور ماہنامہ ''تبصرہ'' کے شمارے موجود ہوں، ازراہ کرم اُن کی کاپی عطا فرمائیں یا آگاہ فرمائیں۔ خود حاضر ہو کر بصد شکریہ استفادہ کیا جائے گا۔

جانباز مرزا کی درج ذیل تصنیفات تاحال دستیاب نہیں ہوسکیں۔ ان کے متعلق معلومات مطلوب ہیں:

(۱) ''حبسیاتِ جانباز'' (کلام) (۲) ''اور دیکھتا چلا گیا''

(۳) ''درسِ حریت'' (کلام) (۴) ''تارِ گریباں'' (کلام)

رابطہ: محمد عمر فاروق۔ 71/10 فیصل چوک تلہ گنگ، ضلع چکوال